49

محبت اور جبر کی حکومتیں

فرمودہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۴ء

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

آج نماز کے وقت میں دیر ہو گئی ہے۔ اس لئے میں مختصراً بعض باتیں بیان کرتا ہوں۔ حکومتیں دنیا میں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک حکومت محبت کے ذریعے سے اور ایک جبر کے ذریعہ سے قائم ہوتی ہے۔جو حکومت جبر کے ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ ظاہری حکومت ہے اور جو حکومت محبت سے قائم ہوتی ہے وہ خدا کی حکومت ہے۔

لوگ کہتے ہیں۔ اصل تعلیم وہ ہے جو دل سے قبول ہو۔ نہ کہ خوف سے اور اس وجہ سے وہ اس تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے جزا اور سزا لالچ اور خوف دلانے کے لئے رکھی ہے گو ہم اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ معترضین کے مذاہب میں بھی یہ باتیں ہیں۔ اس لئے یہ اعتراض لغو ہے۔ بہت ہیں جو دوسرے پر اعتراض کرتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یہ بات ہمارے مذہب میں بھی پائی جاتی ہے۔ تو یہ اعتراض باطل ہے۔ کیونکہ دیگر مذاہب میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ لیکن ایسا نہ ہوتا تو بھی ہمیں اسلام کی حالت قابل ندامت نظر نہ آتی۔ اگر دوسرے مذاہب میں یہ بات نہ ہوتی۔ تو اسلام اور روشن نظر آتا کہ جو بات کسی مذہب نے پیش نہیں کی تھی۔ وہ اس نے پیش کی ہے

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ مذہب کو جنت اور دوزخ کے خیال سے قبول نہیں کرتے۔ بلکہ مذہب کو اس کی صداقت کے خیال سے قبول کرتے ہیں۔ کیا کبھی کسی شخص نے ہندو مذہب اس لئے ترک کیا ہے کہ اس میں چھوٹے چھوٹے گناہوں کی سزا ملتی ہے۔ یا کبھی عیسائیت سے لوگ اس لئے دست بردار ہوئے ہیں کہ اس میں جہنم کا بہت بھیانک نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ایک شخص اگر ساری عمر بدی کرتا رہے اور مرتے ہوئے کنواں تالاب یا کوئی اور رفاہ عام کا کام کر دے تو

اس کے اس فعل سے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حضرت مسیح پر کوئی شخص اس لئے ایمان نہیں لاتا کہ ان کو ماننے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کوئی شخص کھڑا ہو کر کہے کہ یہ مسیحیت کی تعلیم کے لالچ کا اثر ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کیونکہ کوئی عیسائی کوئی ہندو اور کوئی اور مذہب والا لالچ اور خوف کے سبب سے ان مذاہب کو قبول نہیں کرتا کیونکہ مرنے کے بعد دوزخ اور جنت کا لالچ دنیا میں موجب اعمال نہیں ہوتا۔ اور محض لوگ اس خیال سے کہ ہمیں دوزخ یا جنت میں جانا ہو گا۔ نیک نہیں ہو جاتے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس بات کا اثر نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں مذہب کی قبولیت کا ابتدائی ذریعہ نہیں ہیں۔ مذہب قبول ہونے کے لئے پہلا ذریعہ یہ ہے کہ خدا ہے اور ہمیں اس سے تعلق پیدا کرنا ہے محض لالچ اور خوف سے لوگ نیک اعمال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

دیکھ لو ایک شخص جو جنات کے وجود کا قائل نہیں اس کو اگر کہا جائے کہ تم اس رستہ نہ جاؤ۔ وہاں جن رہتا ہے جس کے دس سر ہیں۔ اور پچاس ہاتھ ہیں اور انگاروں سی آنکھیں ہیں۔ تو وہ اس سے کچھ بھی خوف زدہ نہ ہو گا مگر برخلاف اس کے جو شخص جنات کا قائل ہو۔ اس کو اگر دس سر کی بجائے دو سر اور پچاس کی بجائے پانچ ہاتھ بتاؤ تو بھی خوف زدہ ہو جائے گا۔

پس مسلمانوں میں گو دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی جو جہنم کے متعلق یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ جہنم کی سزا ابدی ہو گی اور اس سے کبھی نجات نہ ہو گی۔ حالانکہ قرآن اور حدیث میں اس تعلیم کا کچھ بھی اثر نہیں باوجود اس کے اس جہنم اور اس نقشہ کی بہشت کا جو مسلمان واعظ پیش کیا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اعمال پر کچھ بھی اثر نہیں۔ کیونکہ خالی خیال سے اعمال پر اثر نہیں ہو سکتا۔ جب تک خیال وثوق سے نہ بدل جائے اور جب وثوق پیدا ہوتا ہے تو عمل کرنے والے لالچ اور خوف سے نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اعمال یقین سے کرتے ہیں۔

پس خدا کی اطاعت محبت سے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا نے سزا کو پوشیدہ رکھا ہے۔ لیکن جس کی غرض ڈرا کر کوئی کام کرانا ہو۔ وہ سزا کو پوشیدہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ظاہر میں دیتا ہے۔ خدا کا جنت اور دوزخ کو پوشیدہ کرنا اس لئے نہیں کہ وہ چاہتا ہے کہ اس سے لوگ ادھر آئیں بلکہ اس لئے کیا ہے کہ لوگوں میں تقدیس پیدا ہو۔

پس آسمانی حکومتیں محبت سے پیدا ہوتی ہیں خدا کے مظاہر یعنی انبیاء اور ان کے مظاہر یعنی خلفاء اور مجددین کی حکومت کا تعلق محبت سے ہوتا ہے پھر یہ اعمال سے ظاہر ہوتی ہے اور جو شخص

اعمال میں تلوار کے خوف کو ڈھونڈتا ہے وہ خدائی حکومت سے بے خبر ہے۔ کیونکہ تلوار سے ماننا خدا کی حکومت میں نہیں۔خدا کی تلوار چلتی ہے۔ مگر وہ مخفی تلوار ہے جس کا ظاہر سے تعلق نہیں۔ خدا کی تلوار پوشیدہ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو لوگ محبت سے مانتے ہیں ۔ جبر سے نہیں۔ مثلاً حضرت ابو بکر صدیق نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا تو انہوں نے محبت سے مانا کسی لالچ یا تلوار کے خوف کا اس میں دخل نہ تھا۔ وہ صداقت کی محبت تھی۔ جس نے حضرت ابوبکر کو کھینچ لیا۔ اس کے مقابلہ میں ابو جہل نے انکار کیا۔ اس کے سامنے کوئی خوف اور لالچ نہ کام کرتا تھا۔ بلکہ وہ سمجھتا تھا کہ میں نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ سلم کو مسل ڈالوں گا اور مسلمانوں پر جو سختیاں ہوتی تھیں۔ وہ اس کے ارادہ کی گواہ ہیں۔

پس خدا اور اس کے نبیوں کے انکار کی جزا اور سزا پوشیدہ ہے ان کی مخالفت میں جو دکھ اور ماننے سے انعام ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں پوشیدہ ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ جس وقت انبیاء آتے ہیں ان کے ساتھ دوزخ اور بہشت ہوتے ہیں وہ دوزخ اور بہشت ان کا انکار اور ماننا ہوتا ہے اس کی جو تکلیف اور راحت ہے۔ وہ پوشیدہ ہے دنیا کے دانا ناممکن سمجھتے ہیں کہ ان کے انکار سے ہمیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اوریا ان کے ماننے سے کوئی انعام مل سکتا ہے۔

پس خدا کی طرف سے انبیاء کی جنت اور جہنم پوشیدہ کی جاتی ہیں۔ اس لئے ان سے جو تعلق ہوتا ہے۔ وہ محض محبت کی بناء پر ہوتا ہے اور انبیاء کے جو قائم مقام ہوتے ہیں ۔ ان کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔

بے شک کوئی کہہ سکتا ہے۔ انبیاء کے پاس بھی تو تلوار ہوتی ہے حضرت داؤد کے پاس تلوار تھی۔ حضرت سلیمان کے پاس تلوار تھی۔ بیشک بعض انبیاء کے پاس تلوار تھی۔ لیکن اس کا تعلق امور سیاسیہ سے تھا۔ نہ کہ امور ایمانیہ اور روحانیہ سے۔یہ انبیاء بادشاہ تھے اور ان کو بادشاہت مجبور کرتی تھی کہ تلوار سے بھی کام لیں۔ کیونکہ ان کو قیام امن کے لئے دنیاوی سزائیں دینی پڑتی تھیں۔ مثلاً ایک شخص چوری کرتا ہے اس کی سزا ہماری شریعت نے قطع ید رکھی ہے۔ اس جرم کے مجرم کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی وجہ سے تلوار سے کام لیا گیا ہو۔ پس اگر تلوار دی گئی تو اس کا استعمال سیاسی اور انتظامی امور کے متعلق ہوتا تھا۔

شریعت نے جو جسمی سزائیں مقرر کی ہیں۔ وہ امور سیاسی اور حکومت کے متعلق ہیں۔ لیکن دین کا تعلق محض محبت اور تقدیس سے ہے۔ دیکھ لو باوجود بادشاہت کے امور روحانیہ کے لئے تلوار کبھی استعمال نہیں ہوئی۔ جس سے ثابت ہوا کہ تلوار دین سے نہیں بلکہ سیاست سے تعلق رکھتی ہے۔

تو اللہ کی حکومتیں جو روحانی امور کے متعلق نظر آتی ہیں ان کی بناء جبر نہیں۔ محبت ہوتی ہے اور سیاسی حکومتیں جبر سے کی جاتی ہیں دینی اور دنیاوی حکومتوں میں یہ نمایاں فرق محبت اور جذبہ محبت کا ہے۔ پس اس امتیاز کو جو دینی حکومت محبت کی صورت میں رکھتی ہے۔ نظرانداز کرتے ہوئے اس بارے میں بھی جبر کا منتظر رہنا حد درجہ کی غلطی اور ایک دھوکا ہے۔ اس میں جو مبتلا ہو۔ وہ خدا کی حکومت کو نہیں سمجھتا جو محبت سے قائم ہوتی ہے کیونکہ وہ منتظر ہے کہ خدا کی رضاء حاصل کرنے کے لئے اس پر جبر ہو مگر ایسے شخص کی اطاعت کسی کام کی نہیں خدا کے نبیوں کے انکار کی سزا تلوار نہیں۔ ہاں دنیاوی حکومت میں بغاوت کی سزا تلوار ہے۔

پس مذہب سزا سے نہیں محبت اور تقدیس سے قائم ہوتا ہے۔ محبت وہ پیار جو محبت سے پیدا ہوتا ہے اور تقدیس وہ لگاؤ جو ایک کو دوسرے سے ہوتا ہے۔ جب تک کسی میں یہ تڑپ اور یہ لگاؤ نہ ہو اس کی دین میں اطاعت قابل قبول نہیں ہوتی۔ تقدیس تقدیس کو کھینچتی ہے۔ کوئی شخص کسی کا دوست لگاؤ کے بعد ہوتا ہے اور اس کی محبت میں لگاؤ ہی سے ترقی ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے اندر خدا سے محبت اور لگاؤ محسوس کرتا ہے تو خدا کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اور یہی تقدیس ہوتی ہے۔

خدا کے معاملات میں کوئی تبھی راستباز سمجھا جا سکتا ہے اور اس کا خدا سے محبت کرنے کا دعویٰ تبھی خوش کن ہو سکتا ہے کہ خدا اور اس کے رسل اور اس کے خلفاء کی اطاعت ذاتی تقدیس سے کی جائے۔ انسان کی ذات محدود ہے اور خدا کی ذات غیر محدود۔ جب تک تقدیس نہ ہو تعلق نہیں ہو سکتا اور رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں بشاشت ایمان داخل ہو جائے وہ کسی بھی طرح حق سے نہیں پھرتا۔ مگر بہت سے لوگ ایسے غافل ہیں جو اس شیرینی کو چکھ نہیں سکتے۔ دینی حکومت میں جو سزائیں ہوتی ہیں۔ ان میں انتقام نہیں ہوتا اس لئے جو لوگ اس امر کے منتظر ہوتے ہیں کہ فلاں کام نہ کرنے پر ہمیں کیا سزا مل سکتی ہے اور ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے وہ روحانی محبت سے بے خبر ہوتے ہیں اور ان کے ایمان میں نقص ہوتا ہے۔ میں اس بات کو زیادہ تفصیل سے نہیں بیان کر سکتا۔ کیونکہ پہلے ہی میں اس سے زیادہ کہہ چکا ہوں۔ جتنا بولنا مد نظر تھا۔ اور عقلمند کے

لئے تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دے۔ تا مذہب کی حقیقت کو آپ لوگ سمجھیں اور جان لیں کہ وہ آپ سے کیا چاہتا ہے اور لفظی بحثوں میں نہ پڑیں۔ تاکہ ایمان دل میں داخل ہو۔

جب دوسرے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ آج میں تین وفات یافتوں کے جنازے پڑھوں گا۔

۱۔ محمد حسین صاحب حوالدار کا جنازہ جو ایک زمانہ میں مدرسہ احمدیہ میں پڑھتے تھے وہ ایسی جگہ فوت ہوئے ہیں جہاں اور کوئی شخص ان کا جنازہ پڑھنے والا نہ تھا۔

دوسرا جنازہ سید بشارت احمد صاحب کی والدہ کا ہے جن کی نیکی اور تقویٰ کا اثر باوجود اس کے کہ وہ ایک نواب خاندان سے تھیں۔ سب خاندان پر تھا۔ اور انہوں نے ان کے مقابلہ میں احمدیت کا وقار قائم رکھا اور وہ بہتوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوئیں۔

تیسرا جنازہ ہمارے ایک بھائی احمد کا ہے۔ جو کالی کٹ مالا بار میں تھے۔ ان کے بھائی محمد کئی دفعہ قادیان آئے ہیں۔ وہ بھی آئے تھے۔ نیک آدمی تھے۔ وہاں ان کا جنازہ پڑھنے والی جماعت معقول تعداد میں نہ تھی۔ سب لوگ ان کا جنازہ پڑھیں اور دعا کریں۔

(الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۲۴ء)